مولانا بدرالدین اصلاحی

حروف مقطعات

حروف مقطعات کو مقطعات کیوں کہتے ہیں؟ چونکہ ان حرفوں کی قراءت عام حروف کے خلاف ہے، یعنی یہ حروف ہمیشہ الگ الگ کر کے ساکنۃ الاواخر پڑھے جاتے ہیں، مثلاً 'الٓمٓ' کو الف، لام، میم پڑھیں گے۔ اس لیے ان کو ''مقطعات'' کہا جاتا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہ حروف قرآن مجید میں جہاں جہاں آئے ہیں، سورتوں کے بالکل شروع میں آئے ہیں۔ ان کے مواقع پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حروف جن سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، ان سورتوں کے نام ہیں۔

قرآن مجید میں اکثر جگہ ان حرفوں کے بعد 'ذٰلِكَ' اور 'تِلْكَ' وغیرہ کے الفاظ ملتے ہیں۔ مثلاً سورۂ لقمان میں فرمایا گیا ہے:

الٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ. (۳۱:۱) ''الٓمٓ' یہ کتاب حکیم کی آیتیں ہیں۔''

سورۂ شعراء میں آیا ہے:

طٰسٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ. (۲۶:۱-۲) ''طٰسٓمٓ' یہ کتاب مبین کی آیتیں ہیں۔''

سورۂ حجر میں ہے:

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ. (۱۵:۱) ''الٓرٰ' یہ کتاب اور قرآن مبین کی آیتیں ہیں۔''

سورۂ بقرہ میں ہے:

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ. (۲:۱) ’’الٓمٓ، یہ آسمانی کتاب ہے، جس میں کوئی شبہ نہیں۔‘‘

اس قسم کی آیتیں قرآن مجید میں بہت ہیں۔

ان تمام آیتوں میں حروف مقطعات کے بعد ہی فرمایا گیا ہے کہ ’تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ‘ (یہ کتاب آسمانی کی آیتیں ہیں)، ’ذٰلِكَ الْكِتٰبُ‘ (یہ کتاب ہے)۔ اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ کون ہے؟ یہ تو معلوم ہے کہ قرآن نے ان تمام مقامات میں اسماء اشارہ میں سے صرف ’ذٰلِكَ‘ اور ’تِلْكَ‘ استعمال کیے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ ’ذٰلِكَ‘ اور ’تِلْكَ‘ عام طور پر ماسبق ہی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے خاص ہیں اور اہل نحو جو یہ کہتے ہیں کہ یہ اشارہ بعید کے لیے ہے تو اس سے ان کی مراد یہی ہوتی ہے۔ ارباب تفسیر جو ’ذٰلِكَ‘ کو ’هذا‘ کے معنی میں لیتے ہیں تو محض تقریب فہم کے لیے یہ کہتے ہیں، ورنہ مطلب ان کا بھی یہی ہوتا ہے۔ اس لیے انھی حروف مقطعات کو جو ان کے پہلے مذکور ہیں، ان اسماء اشارہ کا مشارٌ الیہ ماننا پڑے گا۔ اگر ان حرفوں کو مشارٌ الیہ نہ مانیے تو پھر ’ذٰلِكَ‘ کو ’هذا‘ کے معنی میں لینا پڑے گا۔ اور ان دونوں میں جو عظیم فرق ہے، وہ زبان کے جاننے والوں سے مخفی نہیں، خود قرآن مجید میں اس فرق کی متعدد واضح مثالیں موجود ہیں۔ پس جب یہی حروف ان اسماء اشارہ کے مشارٌ الیہ ہیں، تو پھر آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ یہ ’’(یعنی ’الٓمٓ‘) کتاب حکیم کی آیتیں ہیں‘‘۔ جس کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سورہ جس کا نام ’الٓمٓ‘ ہے کتاب حکیم کی آیتیں ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

غور کیجیے، آیتوں کے سیاق اور لفظوں کے اشارہ سے یہ بات کس قدر واضح ہے کہ یہ حروف سورتوں کے نام ہیں۔

اس موقع پر ایک اہم مغالطہ کو رفع کر دینا ضروری ہے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ جب یہ سورتوں کے نام ہیں تو ان کو قرآن سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ حروف گو سورتوں کے نام ہیں، لیکن پھر بھی من جملۂ قرآن ہیں، دو وجہوں سے، ایک تو یہ کہ جیسا اوپر گزر چکا، قرآن نے انھی حروف کو مشارٌ الیہ قرار دیا ہے۔ پس قرآن جب خود ان کی طرف اشارہ کر رہا ہے تو وہ حروف بھی قرآن ہی میں داخل ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ حروف بھی قرآن ہی کے ساتھ نازل ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کو کسی طرح ترک نہیں کیا جا سکتا۔ ’ما بين الدفتين‘ جو صحیفہ ہمارے پاس موجود ہے، وہ عہد رسالت سے حرف بہ حرف محفوظ و مصون چلا آتا ہے اور ہم کو اسی کی قراءت و تلاوت کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے ان حروف مقطعات کو کسی طرح بھی قرآن سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض سورتوں کے نام ایسے حروف سے رکھنا جن کے معنی عمیق و مستور ہیں، قرآن کے عربی مبین ہونے کے منافی ہے، لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ تمام حروف ہجا عربوں کو معلوم تھے اور ان کی عام بول چال

میں ان کا رواج تھا، اس لیے تمام مفرد اسماء سور، مثلاً صٓ، قٓ، نٓ عربی مبین کے حکم میں ہیں۔ باقی رہے مرکبات مثلاً 'حم'، 'الٓم'، 'المص'، 'حمعسق' تو جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ ان سورتوں کے نام ہیں جن کے شروع میں یہ واقع ہیں تب بھی عربی مبین کے حکم میں داخل ہو گئے، اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل عرب ان کلمات سے بالکل ناواقف تھے تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ عرب اس طرح کے مرکبات سے نام رکھتے تھے اور ان کے معنی بالکل ایسے مخصوص اصطلاحی قرار دے لیتے تھے جو ان کے مفردات سے نہیں سمجھے جا سکتے تھے۔ ان کے اشخاص، گھوڑوں، جھنڈوں، تلواروں کے اسماء میں اس کی مثالیں تلاش سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ اسماء اس وضع جدید کے لیے متعارف ہو جاتے تھے اور سامع ان کو سن کر ان سے اس جدید معنی کو سمجھ جاتا تھا۔ اس لیے یہ مرکب اسماء بھی عربی مبین کے حکم سے خارج نہیں ہوئے، لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی سورہ کا نام 'الٓم'، کسی کا 'الٓر'، کسی کا 'طٰسٓم' کیوں رکھا گیا؟ ان ناموں میں اور ان سورتوں میں جن کے شروع میں یہ حروف آئے ہیں، کوئی معنوی ربط اور مناسبت بھی ہے یا نہیں؟

اگلے علما نے بھی اس حقیقت کے کھوج میں بڑی بڑی محنتیں کی ہیں اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے، اس بارے میں ان کے ۱۲۹ اقوال ہیں، لیکن ان تمام اقوال میں سے کسی قول میں بھی قرآن سے تمسک نہیں کیا گیا ہے، اس لیے ہم ان اقوال سے کوئی بحث نہیں کریں گے۔ قرآن کی روشنی میں ہم نے جو معنوی مناسبت سمجھی ہے، صرف اسی کے بیان پر اکتفا کریں گے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر اس حقیقت مستور کی طرف قرآن کے اشاروں کی روشنی رہنمائی نہ کرتی تو ہم اس بحث کو ہاتھ نہ لگاتے۔ 'اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِقَبَسٍ' (طٰہٰ ۲۰: ۱۰)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عربوں کا یہ دستور تھا کہ جب وہ کسی چیز کا نیا نام رکھتے تو اس چیز کا خاص خیال رکھتے کہ اسم اپنے مسمیٰ کی مخصوص خصوصیات کا حامل ضرور ہو۔ عربوں کے القاب پر نگاہ ڈالو تو یہ حقیقت آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی 'اَلْمَلِكُ الضِّلِّیْلُ' امرء القیس کا لقب ہے۔ دیکھو، یہ مختصر لقب صاحب لقب کی مخصوص خصوصیات کا کس درجہ حامل ہے؟ اور ہونا بھی یہی چاہیے، کیونکہ 'اسم' دراصل 'وسم' سے مشتق ہے۔ پس اہمیت کے لیے وہی چیز صالح اور مناسب ہو سکتی ہے جو علامت کا کام دے سکے، اس لیے ضروری ہے کہ جب کسی چیز کا کوئی نام رکھا جائے تو اس میں اتنی صلاحیت تو ضرور ہو کہ اگر سب نہیں تو مسمیٰ کی بعض ابھری ہوئی اور نمایاں خصوصیتوں کو واضح کر سکے۔ قرآن مجید میں جو سورتوں کے نام رکھے گئے ہیں، ان میں اسی طرح کی کوئی نہ کوئی خصوصیت ہوتی ہے۔ ان ناموں سے کم از کم ان سورتوں کی کوئی نمایاں علامت ضرور سامنے آ جاتی ہے۔ پس جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حروف مقطعات بھی سورتوں کے نام ہیں تو ضروری

ہے کہ یہ حروف بھی بامعانی ہوں اور ان حروف سے جو مرکبات بنائے گئے ہیں، وہ بھی عربی زبان کے عام مرکب ناموں کی طرح بامعانی ہوں۔

یہ معلوم ہے کہ قدیم عربی زبان میں ہندی اور انگریزی کی طرح حرفوں کے نام مجرد آوازوں کے نام نہیں تھے، بلکہ یہ نام درحقیقت چیزوں کے نام ہوتے تھے اور انھی کی شکلوں پر بنائے جاتے تھے۔ آج بھی باوجود یہ کہ زبان پر ہزاروں انقلابات آچکے ہیں اور بے شمار تبدیلیاں ہو چکی ہیں، بہت سے حروف انھی چیزوں کے ناموں کے لیے بولے جاتے ہیں اور کسی قدر انھی کی شکلوں میں لکھے بھی جاتے ہیں۔ عربی حروف کے ناموں کے اصل معانی کے بعض گوشے ظاہر ہو چکے ہیں۔ مثلاً الف اپنی اصل اور قدیم شکل میں گائے کے سر کی شکل کا ہوتا تھا اور 'الف' گائے کا نام تھا اور 'ب' عبرانی زبان میں بیت کا نام تھا، جس کو عربی میں بیت کہتے ہیں اور جیم عبرانی میں جیمل کو کہتے تھے، جس کو عربی میں جمل کہتے ہیں۔ غور کرو 'ج' کی موجودہ شکل اونٹ کی بگڑی ہوئی صورت سے کس قدر ملتی جلتی ہے۔

ہم نے جس حقیقت کی طرف اوپر اشارہ کیا ہے، وہ نہایت معروف ہے۔ عربی کتابت کی تاریخ جاننے والے اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ موجودہ عربی حروف دراصل عبرانی حرفوں کی مہذب شکلیں ہیں اور عبرانی حروف عرب کے قدیم حرفوں سے ماخوذ تھے۔ اہرام مصر پر قبطیوں کی تمثالی کتابت کے جو کتبے آج بھی موجود ہیں، وہ تمام کے تمام قبطیوں نے عربوں ہی سے سیکھے تھے، لیکن چونکہ ایک چیز دوسرے قالب میں جا کر کچھ نہ کچھ ضرور بدل جاتی ہے، اس لیے عربوں کے تمثالی حروف جب قبطیوں کے ہاتھ میں پہنچے تو انھوں نے اپنے افکار و عوائد کے مطابق بہت کچھ ان میں تبدیلیاں کر دیں۔ اس طرح پر عرب قدیم کی تمثالی کتابت مشکوک و مشتبہ ہو کر رہ گئی۔

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

عربی حرفوں کے ناموں کے متعلق اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے، وہ کوئی افسانہ یا من گھڑت بات نہیں ہے۔ اگر غور کیجیے تو خود قرآن مجید بھی اس راز کی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔ مثلاً دیکھیے قرآن مجید نے ایک سورہ کا نام نٓ رکھا ہے۔ ن ایک ایسا حرف ہے جو موجودہ عربی زبان میں بھی بامعنی سمجھا جاتا ہے۔ نونٓ کے معنی مچھلی کے ہیں اور جس سورہ کا یہ نام ہے، اس میں صرف یونس علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں یونس علیہ السلام کو 'صَاحِبُ الْحُوْتِ' (مچھلی والے) ہی کے نام سے یاد بھی فرمایا ہے۔ غور کرو! ان تمام باتوں میں ایک متوسم کے لیے سورہ کے وجہ تسمیہ کو سمجھنے کے لیے کتنا واضح اشارہ موجود ہے۔ کیا کوئی اسم اس سے بھی زیادہ اپنے مسمیٰ کے ساتھ ربط اور مناسبت کا حامل ہو سکتا ہے؟

پس تفصیل بالا سے جب یہ ثابت ہو چکا کہ سورۂ نٓ کا نام ن حرف ن کی معنوی مناسبت کی بنا پر رکھا گیا ہے تو ہم کو

تسلیم کر لینا چاہیے کہ باقی اور سورتوں کے نام بھی جن کے نام حروف مقطعات پر رکھے گئے ہیں، ان حروف کے ابتدائی معانی کے مطابق اپنی اپنی سورتوں کے ساتھ معنوی مناسبت رکھتے ہوں گے۔ اس لیے اب ہمارا فرض ہے کہ ہم خط تمثالی میں حرفوں کے جو معانی رہے ہوں، ان کا سراغ لگائیں۔ اگر ہم کو یہ تمام معانی صحیح صحیح معلوم ہو جائیں تو حروف مقطعات کی اقرب الی الصحۃ تاویل متعین کی جا سکتی ہے۔ ہمارے اس خیال کی تائید ایک اور حرف سے بھی ہوتی ہے جس کو ہماری بولی میں ؔط کہتے ہیں۔ ط کی صورت عبرانی زبان میں ט ہے، اس کی ظاہری صورت عین اس کی معنوی حقیقت کے مطابق ہے۔ عبرانی زبان میں ط کے معنی سانپ کے ہیں اور دیکھیے یہ حرف بنایا بھی گیا ہے بالکل سانپ ہی کی صورت پر۔ حرف کی اس صورت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک سانپ ہے جو اپنے سر کو اٹھائے ہوئے کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ اب حرف کی اس حقیقت کو سامنے رکھ کر غور کیجیے تو سمجھ میں آتا ہے کہ جن سورتوں کے نام میں ط ہو گا، ان کو سانپ سے کسی نہ کسی طرح مناسبت ضرور ہو گی۔ اچھا آیئے قرآن مجید میں ان سورتوں کی تلاوت کریں جو ط سے شروع ہوتی ہیں اور دیکھیں کہ اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے یا نہیں؟ قرآن مجید میں ایک سورہ ہے جس کا نام ہے 'طٰہٰ'۔ اس سورہ میں ابتدائی تمہید کے بعد ہی فوراً موسیٰ علیہ السلام کی حکایت اور ان کے عصا کے سانپ بن جانے کا معجزہ بیان فرمایا گیا ہے۔ دیکھیے اس سورہ میں سورہ کے نام اور اس کے مسمیٰ میں کتنی واضح معنوی مناسبت موجود ہے۔ سورہ 'طٰہٰ' کے علاوہ اور دوسری سورتیں بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے ط سے شروع فرمایا ہے۔ مثلاً 'طٰسٓمٓ'، 'طٰسٓ' اور 'طٰسٓمٓ' سب کی سب موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے شروع ہوتی ہیں اور سب میں ان کے عصا کے سانپ بن جانے کا تذکرہ صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ پھر اس نکتہ کو بھی سامنے رکھیے کہ ان چار سورتوں ('طٰہٰ'، 'طٰسٓمٓ'، 'طٰسٓ'، 'طٰسٓمٓ') کو جو ط سے شروع ہوتی ہیں، چھوڑ کر باقی تمام سورتوں کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ سورتیں تو ایسی ہیں جس میں سرے سے حضرت موسیٰ کا قصہ ہی مذکور نہیں ہے اور اکثر سورتیں ایسی ہیں جن میں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تو مذکور ہے، لیکن لٹھیا کے سانپ بننے کا واقعہ مذکور نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن سورتوں میں لٹھیا کے سانپ بننے کا واقعہ مذکور تھا، وہی اس نام کی مستحق تھیں اور ط کا تسمیہ انھی سورتوں کو سزاوار تھا۔ پورے قرآن میں صرف سورۃ الاعراف ایک ایسی سورہ ہے جس نے عصا کے سانپ بننے کا معجزہ بھی بیان کیا ہے اور اس کے ابتدا میں ط بھی نہیں ہے، لیکن اس سے ہمارے نظریہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اس سورہ کو امعان نظر سے پڑھو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ حضرات انبیا سابقین، حضرت نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب علیہم السلام کے قصوں کے سلسلہ میں تبعاً آ گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس سورہ کو ط سے نہیں شروع کیا گیا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ورنہ جن سورتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ کو بطور اصل کے بیان فرمایا گیا ہے، آپ نے دیکھا کہ ان تمام سورتوں کو ط سے شروع کیا گیا تھا۔ ط والی تمام سورتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے مخصوص ہیں۔ ان سورتوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے مخصوص قرار دینا تنہا ہمارا ہی خیال نہیں ہے۔ بعض علماے متقدمین نے بھی یہی سمجھا ہے۔ سخاوی کا قول ہے کہ سورۂ 'طٰہٰ' کا نام سورۂ کلیم ہے اور ہذلی نے بھی ''کامل'' میں اس سورہ کا نام سورۂ موسیٰ لکھا ہے۔

بہرحال ان تمام تفصیلات سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ جن سورتوں کے تہجی ناموں میں ط موجود ہے، ان کے ناموں میں اور مسمیٰ میں نہایت ہی گہری معنوی مناسبت ہے۔ اسی طرح دائرۂ فکر و نظر کو اگر اور وسیع کیجیے تو سمجھ میں آتا ہے کہ 'الٓمٓ' اور 'الٓرٰ' کی قسم کے ناموں میں بھی ان کی سورتوں کے ساتھ خاصی معنوی مناسبت پائی جاتی ہے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ خط تمثالی میں الف کی شکل گائے کے سر کی طرح ہوتی تھی۔ نیز یہ حرف ان کے نزدیک ''الٰہ واحد'' پر دلالت کرتا تھا۔ قرآن مجید کو گہری نظر سے مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ جن جن سورتوں کے نام کے شروع میں الف آیا ہے، ''ایمان باللہ'' ان کے اعظم مطالب میں سے ہے۔ اس لیے ان ناموں کے متعلق بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنے اپنے مسمیٰ سے گہرا ربط نہیں رکھتے ہیں۔

یہ چند مثالیں ہیں۔ اگر اسی طرح ہر حرف کے متعلق صحیح معلومات حاصل کی جا سکیں تو امید ہے کہ تمام حروف مقطعات کی مناسبت واضح ہو سکتی ہے، لیکن اس میں پوری کامیابی صرف اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی سے ہی ممکن ہے، مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کسی چیز سے ناواقفیت اس کے عدم کو مستلزم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز موجود ہو، مگر ہم اس سے واقف نہ ہوں پس تلاش جاری رہنی چاہیے اور خدا پر پورا بھروسا رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہر شکل میں مدد فرماتا ہے۔

(اکتوبر ۱۹۳۷ء، قرآنی مقالات ۱۱۸-۱۲۴)

www.javedahmadghamidi.com
www.alhawrid.org